

شیشے کے حکمران

بانزنطینی سلطنت دنیا کی عظیم حکومتوں میں سے ایک تھی۔ پورے یورپ پر مسلط۔ اسکا بادشاہ تقریباً ایک چوتھائی دنیا کا مالک تھا۔ ساتھ ساتھ کرہ ارض پر دولت مند ترین لوگوں میں سے ایک۔ جسٹن دوم چھٹی صدی میں اسکا شہنشاہ بن گیا۔ جسٹن میں تمام عیب اور مسائل موجود تھے جو اس وقت کے حکمرانوں میں تھے۔ بلکہ آج کے حکمرانوں میں بھی ہیں۔ تیسری دنیا میں صرف عہدے اور نام تبدیل ہوئے ہیں مگر جمہوری یا فوجی بادشاہوں کی عادات بالکل تبدیل نہ ہوئیں۔ جسٹن شدید ذہنی بیماریوں کا شکار تھا۔ اسکا حکم تھا کہ محل کے باہر کسی کو بھی پہنچنے پر نہ چلے۔ محل کے اندر کی دنیا میں وہ ایک پاگل انسان تھا اور اپنے عشرے کدھ سے باہر ایک عادل، خادم اور انسان دوست بادشاہ۔ یہ کہنا بھی مناسب ہے کہ متعدد ذہنی بیماریوں میں ایک بیماری Bipolar ہونا بھی تھی۔ جسٹن کو دماغ کے اندر مختلف آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ لگتا تھا کہ ان گنت لوگ شور مچا رہے ہیں۔ ڈر کی وجہ سے جسٹن خواب گاہ کے شاہی پینگ کے نیچے چھپ جاتا تھا۔ گھنٹوں نہیں بلکہ کئی کئی دن وہاں بیٹھا رہتا تھا۔ نوکروں کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی کہ کسی بھی طریقے سے باہر نکالیں۔ یہ انتہائی کٹھن اور صبر آزمائام تھا۔ پہلا طریقہ تو یہ ہوتا تھا کہ خادم میں پورے محل میں میوزک بجانا شروع کر دیتے تھے۔ موسیقی کے شور سے جسٹن کو لگتا تھا کہ کانوں میں شور مچانے والے غبیں لوگ چلے گئے ہیں۔ آہستہ آہستہ پینگ کے نیچے سے نکلنیا شروع کر دیتا تھا۔ ایک وزیر کے دل میں اچھوتا خیال آیا۔ ایک قسمی تخت بنوایا اور نیچے چار پیسے لگادیے۔ جیسے ہی جسٹن کو خیالی آوازیں سنائی دیتی تھیں، اسی وقت ملازمین بادشاہ کو پہیوں والی کرسی یا ناشت پر بٹھا دیتے تھے۔ کبھی آگے کی طرف دھکیلتے تھے۔ کبھی پیچھے کی طرف۔ سارے محل میں جسٹن گھنٹوں بچوں کی طرح اس پر بیٹھا سیر کرتا رہتا تھا۔ اسکے تاریخ دان جان آف اپی سس (John of Ephesus) لکھتا ہے کہ جب جسٹن غصے میں ہوتا تھا تو اردوگر ملازمین کے سر پر دانتوں سے زور سے کاٹتا تھا۔ ملازمین درد سے چینیں مارتے تھے اور جسٹن زور سے ہنستا تھا۔ تصویریکا تیخ رخ یہ تھا کہ بانزنطینی سلطنت پر اسکا مکمل کنٹرول تھا۔ لوگ اسکے سائے سے بھی خوف ذده تھے۔ کھڑے کھڑے اردوگر لوگوں کو قتل کروادیتا تھا۔ کسی کو علم نہیں تھا کہ اگلے لمحے جسٹن اسکے ساتھ کیا سلوک کریگا۔ سب سے المناک نکلتے۔ جسٹن کو حکومت سے علیحدہ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔ بالکل پن اسکے دور سلطنت کی معیاد کو کم نہ کر سکا۔ وہ بغیر کسی تردود کے سالہاں میں حکومت کرتا رہا۔

بالکل اسی طرح سو ہویں صدی میں چین کی سلطنت بے حد و سعی اور طاقتور تھی۔ زینگ زی (Zheng de) چودہ برس کی عمر میں اسکا بادشاہ بن گیا۔ تیس برس بلاشرکت غیرے حکومت کرتا رہا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ مرتے دم تک ذہنی طور پر چودہ سال کا بچہ ہی رہا۔ زینگ زی کی شخصیت بہت عجیب تھی۔ بھیں بدل کر رہے ہیں کا جنون تھا۔ حکم تھا کہ جب بھیں بدلا ہوا ہوا رکسی کو پہنچل جائے کہ وہ شہنشاہ ہے۔ تب بھی بالکل ظاہرنہ کیا جائے کہ پہچان لیا گیا ہے۔ زینگ زی نے اپنے محل کے وسیع لان میں ایک نقلی بازار بنایا ہوا تھا۔ لوگوں کو شاہی حکم تھا کہ بازار میں آئیں اور چیزیں خریدیں۔ زینگ اس نقلی بازار میں دکاندار بن جاتا تھا اور عام لوگوں کو سواد اسلف بچنا شروع کر دیتا تھا۔ ذہنی

مسئلہ یہاں پر نہیں رکتے۔ پوری فوج کو سلک کے کپڑے پہنوا دیتا تھا۔ اسکے بعد اپنی ہی فوج میں ایک سپاہی کا سوانگ رچا لیتا تھا۔ پھر فوج کے ساتھ ایک فرضی مہم پر چلا جاتا تھا۔ وہاں جا کر کسی "فرضی دشمن" کو قید کر دیتا تھا۔ پوری فوج کو حکم تھا کہ کوئی بھی اسے نہ پہچانے۔ ہر ایک کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ بادشاہ ہے۔ مگر زینگ کا حکم تھا کہ اسے بالکل پہچاننے کی کوشش نہ کی جائے۔ فرضی جنگیں بھی لڑتا تھا۔ اسکی دنیاحد درجہ تصوراتی تھی۔ حقیقت سے اسکا کسی فتنہ کا کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ مگر زینگ اس تصوراتی دنیا کو ساتھ لیکر طویل عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ ایک دن دریا کی سیر کر رہا تھا۔ ملازموں کو حکم دیا کہ ایک شہنشاہ نہیں بلکہ ایک مجھیرا ہے۔ لہذا اسے پانی میں دھکیل دیا جائے۔ کچھ عرصہ دریا کے پانی میں تیر کر مچھلیاں کپڑے گا۔ ملازموں نے یہی کیا۔ پانی میں دھکا دیدیا۔ زینگ کا خیال تھا کہ اسے تیرا کی آتی ہے مگر حقیقت میں وہ تیر نا بالکل نہیں جانتا تھا۔ پانی میں ڈوب کر مر گیا اور کوئی بھی اسکی مدد کیلئے نہیں آیا۔

دنیا میں غیر معقول، فارغ البال اور پاگل حکمرانوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔ صدیوں پہلے اور نہ آج کے دور میں۔ فرانس کا چارلس ششم (VI) چودھویں صدی میں تحنت نشین ہوا۔ سارا دور پر آشوب اور جنگلوں پر محیط تھا۔ بادشاہ بننے تک کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ ذہنی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ ایک دن چارلس اپنے فوجی دستے کے ساتھ ایک باغی کو پکڑنے نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد، بادشاہ نے اپنے ہی فوجیوں پر حملہ کر دیا۔ کئی بندے اپنی تلوار سے دشمن سمجھ کر مار دیے۔ مصالحین کپڑ کر زبردستی محل تک واپس لیکر آئے۔ یہ وہ مشکل وقت تھا جب فرانس اپنے سارے ہمسایہ ملکوں سے لڑ رہا تھا۔ چارلس ایک ایسے ذہنی فشار کا شکار ہو گیا کہ اسے نام یاد رکھنے بے حد مشکل ہو گئے۔ آہستہ آہستہ چارلس اپنا نام بھی بھولنے لگا۔ بھول جاتا تھا کہ وہ کون ہے۔ بادشاہ ہے یا نوکر۔ کوئی درباری ہے یا عام سما آدمی۔ ارڈگر کے لوگ اسے یاد دلواتے تھے کہ وہ اصل میں ایک شہنشاہ ہے۔ کئی بار چارلس انکی بات مان لیتا تھا اور کئی بار صاف انکار کر دیتا تھا۔ متعدد بار ایسے ہوا کہ محل سے نکل کر باہر بھاگنا شروع کر دیتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ایک انسان نہیں بلکہ بھیڑیا ہے۔ بھیڑیے کی طرح منہ سے آوازیں نکالتا تھا اور عام لوگوں پر حملہ کرتا رہتا تھا۔ مشکل بات یہ بھی تھی کہ کسی کو اجازت نہیں تھی کہ اسے چھو لیں۔ کیونکہ چارلس کا خیال تھا کہ وہ شیشے کا بنا ہوا ہے۔ گوشت پوست کا نہیں۔ اندازہ کبھی۔ طویل جنگ کے دورانیہ میں ایک ایسا بادشاہ جو ہر طرح کے ذہنی امراض کا شکار ہو، اپنے ملک کی خدمت کر سکتا تھا۔ یہی ہوا۔ فرانس میں خانہ جنگی ہو گئی اور خلفشار کا فائدہ اٹھا کر انگلینڈ نے فرانس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

ان واقعات کو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حکمران دماغی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مگر صدیوں پہلے کی روایت کی طرح ان مسئل کو رعايا سے چھپایا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں خراب یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ ان معاشروں نے اتنی پختگی حاصل کر لی ہے کہ اگر انکا وزیر اعظم یا صدر معمولی سی بھی عجیب و غریب حرکت کرے تو فوری طور پر بھی معائنہ کروایا جائیگا۔ اگر تھوڑا سا بھی مرض ثابت ہو گیا تو اسے فوری طور پر حکمرانی سے نکال دیا جائیگا۔ حالیہ مثال امریکی صدر، ٹرمپ کے اوپر لگائے ہوئے الزامات تھے کہ اسے ذہنی امراض ہے۔ فوری طور پر دنیا کے بہترین ڈاکٹروں نے چیک آپ کیا اور ذہنی اور جسمانی طور پر صحیت مندرجہ دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اسکے کئی فیصلہ انہماں جیزت انگلیز اور معمول سے ہٹ کر ہیں۔ میں تیسری دنیا کی طرف آتا ہوں۔ کہا یہی جاتا ہے کہ فلاں شخص آپکا وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ

یا صدر ہے۔ مگر بلند پایہ جمہوری اور انسانی روایات کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ تمام لوگ قدیم بادشاہوں کی طرح کا طرزِ عمل رکھتے ہیں۔ بادشاہ بھی نہیں بلکہ عملی طور پر شہنشاہ بن جاتے ہیں۔ ان تمام ملکوں میں عام آدمی کو یہ نہیں معلوم ہونے دیا جاتا کہ حکمران کس درجہ جسمانی یا ذہنی طور پر علیل ہے۔ ہر چیز کو اچھا بلکہ بہت اچھا دکھایا جاتا ہے۔

اپنے ملک کی طرف آئیے۔ شروع شروع میں غلام محمد اس ملک کا بادشاہ، معاف بیجٹے گا گورنر جزل رہا۔ اسے فالج کا مرض تھا۔ اسکی ذہنی حالت بھی بے حد بے ترتیب تھی۔ ہر وقت ملاقاتیوں کو گالیاں دیتا رہتا تھا۔ اسکی بات سمجھنا ناممکن تھی۔ مگر سارے سرکاری ملازمین اور سیاستدان اسکے سامنے کمال ادب سے بیٹھے رہتے تھے۔ گورنر جزل کی انگریز ذاتی سیکرٹری، لبوں سے نکلنے والی آوازوں کو سمجھتی تھی۔ ترجمہ کر کے لوگوں کو بتاتی تھی کہ گورنر جزل صاحب انہیں کن گالیوں سے نواز رہے ہیں۔ غلام محمد سرکاری گھر میں وہیں چیسر پر سیر کرتا تھا۔ لان میں جا کر مالیوں کو جمع کر لیتا تھا۔ مالیوں میں فرضی کابینہ بنادیتا تھا۔ کوئی وزیر خارجہ تو کوئی مالی وزیر خزانہ۔ یہ معاملہ چنان رہتا تھا۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اس مکمل طور پر پاگل حکمران کو ہماری قوم نے کتنی دیر بغیر اُف کیے برداشت کیا۔ دو چار ماہ یادس ماه نہیں، غلام محمد پورے چار سال پاکستان پر حکومت کرتا رہا۔ ہر ادارہ اسکی بات مانتا تھا۔ غلام محمد بھی اپنے آپ کو اس ملک کا مسیحا کہتا تھا۔

عرض یہ ہے کہ اپنے حکمرانوں کو مشکل ذہنی رویوں کے عدسه سے دیکھیے۔ حیران ہو جائیں گے کہ ان میں سے اکثریت آج بھی اپنی بنائی ہوئی فرضی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ اتنے فرمودات سنکر لگتا ہے کہ پاکستان میں خوشحالی اور ترقی کا انقلاب آچکا ہے۔ مگر اس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ ہر لحاظ سے ملک تنزلی کا شکار ہے۔ مگر ان حکمرانوں کی نظر میں ہر طرف امن، چین اور بے مثال معاشی ترقی ہو رہی ہے۔ یہاں لوگ غربت سے تنگ آ کر خود کشیاں کر رہے ہیں۔ درباری طرز کے سرکاری ملازم یقین دلاچکے ہیں کہ آپ ہی اس ملک کی سلیمانی ہیں۔ ہر اچھی چیز آپکی پالیسیوں کی وجہ سے ہے۔ غور بیجٹے آپ کو صدیوں پہلے کے پاگل حکمران، ہمارے موجودہ مقندر طبقے میں کثرت سے نظر آئیں گے۔ مگر ظلم یہ ہے کہ سب کچھ معلوم ہونے کے بعد بھی کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ عملی طور پر یہاں بھر پور زبان بندی ہے۔ ہمارا ہر حکمران دراصل گوشت پوسٹ کا نہیں، بلکہ شیشے کا بنا ہوا ہے۔ یقین نہ آئے تو اسے چھو کر دیکھیے!

راوی منظر حیات